احسان الٰہی ظہیر

انگریز کا ایجنٹ کون تھا؟

اہلحدیث یا مرزائی!

مدیر "الفرقان" کے نام

مرزائیوں نے پاکستان میں انتخابات کی گہما گہمی سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے خلاف عموماً اور اہلحدیث کے خلاف خصوصاً ہرزہ سرائی اور زبان گوئی کا ایک طومار باندھ دیا اور سمجھا کہ ہم اس کا کوئی نوٹس نہیں لیں گے۔ اس سلسلہ میں ربوہ کے ایک مرزائی پرچہ "الفرقان" اور پاکستان کے دیگر مرزائی جرائد و مجلات نے ایک سلسلہ مضمون شروع کیا جس میں تمام مسلمان مکاتب فکر کو انگریزوں کا آلہ کار اور اپنے آپ کو انگریزوں کا سہ لیسی سے بری کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی ایسے دیگر مفوات کا جواب تو "ترجمان الحدیث" کے نومبر ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ انگریزوں کی وفاکیشی کے بارہ میں اب حاضر ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اپنی بے شمار انتخابی و غیر انتخابی مصروفیات کی بنا پر اس کا جواب کچھ تاخیر سے لکھ رہے ہیں لیکن انشاء اللہ دیر آید درست آید کا مصداق ضرور ہے۔

زیر نظر مضمون میں ہم نے دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا ہے کہ انگریز کا ایجنٹ کون تھا اہلحدیث یا مرزائی؛ اور اس سلسلہ میں ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ اپنے بارہ میں اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہ ہو اور ان کے بارہ میں کسی غیر کا ذکر بھی نہ آئے بلکہ جو کچھ ہو خود ان کے گھر سے ہو۔ اور ذرا دیکھیں کہ اہلحدیث کو بیگانوں نے کیا کہا ہے اور مرزائیت اور مرزا کو خود مرزا اور اس کی امت کیا کہتی ہے۔

انگریز لٹیروں نے جب اسلامی ہند سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی سیادت کا تسخت بچھایا تو جہاں اور محب وطن عناصر نے ان کے خلاف مورچہ بندی کی مسلمان سب سے زیادہ ان کی راہ میں مزاحم ہوئے اور ہندوستان کے چپہ چپہ میں آزادی وحریت کی جنگ لڑی جانے لگی۔ انگریز نے اپنے لامحدود وسائل اور بے پناہ عسکری قوت کے ساتھ ساتھ ہندوستان ہی کے غدار اور ضمیر فروش لوگوں کی مدد ومعاونت سے اس بھڑکتے ہوئے الاؤ کو بجھادیا اور راس کماری سے لے کر درۂ خیبر تک پورے ملک ہند پر بلا شرکت غیرے قابض اور متصرف ہو گیا لیکن اس شاطر سیاست نے اول روز ہی اس بات کو بھانپ لیا کہ اس جنگ کے جیتنے میں اس کے اسلحہ اور عساکر کی بجائے ہند کے غداروں اور خائنوں کا زیادہ حصہ ہے۔ اس لیے اس نے برصغیر میں جہاں اپنے جیوش پر خاص توجہ دی وہاں ان عناصر کو ہمیشہ اپنے الطاف وعنایات سے نوازتا رہا جنہوں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے خلاف اس کی تائید وحمایت کی تھی تاکہ آئندہ بھی ان کو ان کی ماں کے بیٹوں اور انکے وطن کے سپوتوں کے خلاف استعمال کرتا رہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ جماعت (CLASS) پیدا ہوئی جن کو (FEUDIST) جاگیر دار کہا جاتا ہے۔ کہ دیس کے جیالوں اور باحمیت و باغیرت متوالوں کے خلاف جاسوسی اور سامراجی گوروں کے بوٹ چاٹنے کے عوض ان کو یہ جاگیریں عطا ہوئی تھیں اور یہ وہی جاگیریں تھیں جنہیں اس ملک کے رکھوالوں سے اس جرم میں چھینا گیا تھا کہ وہ پردیسی لٹیروں سے نفرت اور ان کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔

ہندوستان میں استعمار کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے لوگ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ انگریز نے جہاں ایسے خائنوں اور ان کی اولاد پر ہمیشہ اپنا سایہ عاطفت پھیلائے رکھا۔ وہاں اس امر کے لیے بھی کوشاں رہا کہ اس گروہ میں تازہ بتازہ اسیران حرص وآز کو بھی شامل کرتا رہے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر نہیں تھا کہ اٹھارہ سو ستاون (۱۸۵۷) میں بھڑکنے والا شعلہ ابھی پوری طرح بجھا نہیں بلکہ اسکے خاکستر میں ابھی کئی چنگاریاں سلگ رہی ہیں جو کسی وقت بھی آتش فشاں بن کر اس کے خرمن عز وجاہ کو جلا سکتی اور خاک سا بنا سکتی ہیں۔ اس لیے وہ بدستور اس جوڑ توڑ میں لگا رہا کہ کوئی ایسی تدبیر نکالی جائے جس سے برصغیر میں اپنے اقتدار کو مستحکم اور قیام کو دوام بخشا جا سکے۔ اسے ہندوستان میں مجموعی طور پر جنگ آزادی کے بعد اگر کسی سے خطرہ تھا تو مسلمانوں سے تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ ایک تو مسلمانوں کو اپنی قیادت وسیادت کے ٹِٹنے

کا غم ہے کہ ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں ہی کی حکومت تھی اور دوسری طرف ان کا دین۔ ان کی شریعت اور ان کے جذبات جہاد انہیں ہمیشہ غیر ملکی کافروں کے غلبہ و استبلاء کے خلاف انگیخت کرتے اور برہم زن پہ اکساتے رہیں گے اور پھر بالفعل برصغیر کے موحد مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے خلاف برسرِعمل اور برسرِپیکار ہو بھی چکا تھا اور انگریز اس مٹھی بھر گروہ عشاق" سے اس قدر ہراساں، لرزاں اور ترساں تھا کہ اسے ہندوستان کی سرزمین اپنے پیروں کے نیچے سے کھسکتی ہوئی معلوم ہونے لگی ہوحدین کے نعرہ ہائے جہاد اس کے ایوانوں پر لرزہ طاری کرنے لگے اور دار ورسن کو ان کے بوسہ ہائے شوق مومنوں کے دل کے تاروں سے اس طرح کھیلنے لگے جس طرح زخمۂ مضراب بربط و عود کے تاروں سے اٹھکیلیاں کرتے ہیں اور عین اس وقت جب کہ علماء المحدیث و زعماءِ موحدین خنجروں کے نوک اور تلواروں کی دھار پر رقص کر رہے تھے اور سامراج کو برصغیر میں اپنا سورج ڈوبتا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس کے غدار اور ذلہ خوار اٹھے اور ان میں سے چند نے تو اس جماعت مقدسہ پر "وہابیت" کا لیبل چسپاں کر کے اس کی تحریک حریت کو دوسرے مسلمانوں تک پہنچنے سے باز رکھنے کی کوشش کی اور چند نے اس جذبے ہی کو ختم کرنے کی ٹھانی جس کے نتیجہ میں یہ چنگاری پھر بھی کبھی بھڑک سکتی تھی۔ ہندوستان کی تحریک آزادی پر قلم اٹھانے والا کوئی مؤرخ اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک کہ وہ رک کر المحدیث کی عظمت و حرمت کو سلام نہ کر لے اور ان کے جذبۂ جہاد اور ان کی بے پناہ قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش نہ کر لے اور اسی طرح اس کی تاریخ تب تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ان خائنوں اور انگریز کے خاندانی نمک خواروں کا تذکرہ نہ کر لے جنہوں نے ان بدیشی کافروں کی خاطر اپنی ہر چیز کو داؤ پر لگا دیا اور اور اپنی ہر متاع کو فروخت کر دیا تھا۔ چاہے وہ ضمیر ایسی گراں مایہ اور دین ایسی والاقدر شئی ہی کیوں نہ ہو اور یہی سبب ہے کہ تاریخ کے اوراق ان دونوں کی تاریخ کو اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے ہیں اور آج ہم اسی تاریخ کے صفحات کو الٹ اور اس کے اوراق کو پلٹ رہے ہیں کہ کچھ سفیہان امت باطلہ اور ابلہان کور چشم حقائق کو اٹھانے چھپانے اور مٹانے کے در پے ہیں کہ شاعری میں تو ہمیں گوارا ہے کہ یاران سرپل خرد کا نام جنوں اور جنوں کا خرد رکھدیں اور ہم اسے آپ کے حسن کی کرشمہ سازی کہہ کر ٹال دیں تاریخ میں گوارا نہیں۔ تاریخ کا ورق آپ کے سامنے ہے کہ:-

۱۸۳۹ء کو قادیان کے ایک انگریز دوست اور مسلم دشمن خاندان میں جنم لینے والا چشم و چراغ پنجاب

کے انگریز گورنر کے حضور اپنی پشتینی وفاداری کا ذکر ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:۔

"سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دوست مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے .... میرے والد صاحب اور خاندان ابتدار میں سے سرکار انگریزی کے بدل وجان ہوا خواہ اور وفادار ہے اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسران نے مان لیا کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزیہ ہے۔" ؎

اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے "معزز افسران" نے یہ کیونکر مان لیا تھا کہ یہ خاندان "کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی" ہے؟ اس لیے کہ جب مسلمان اپنی آبرو اور اپنے ناموس اور اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے اور اہل حدیث کے سرخیل شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد پر دستخط کر رہے تھے۔ اِس خاندان کا سربراہ گوروں کے بوٹ چاٹتے ہوئے اپنے ہی ملکی بھائیوں کی پشتوں میں خنجر گھونپ رہا تھا۔ مرزا غلام احمد اس پر فخر کناں رقمطراز ہے:۔

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربارِ گورنری میں کرسی ملتی تھی، اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی "تاریخ رئیسان پنجاب" میں ہے۔ اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکارِ انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر (جنگ آزادی) کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودیٔ حکام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کی گزر پر مفسدوں (محب وطن)

؎ درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۷، ص ۸-۹

حریت پسندوں) کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا"۔ [1]

جب سامراجی پٹھو انگریز کے آلۂ کار اور مرزائیت کے اجداد اس خیانت کا ارتکاب کر رہے تھے۔ علماء یزدانی اور فقہاء ربانی انگریز کے خلاف فتوئے جہاد پر دستخط کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ فتوئے مع استفتاء درج ذیل ہے:۔

استفتاء

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دلی پر چڑھ آئے ہیں اور اہلِ اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں اور اگر وہ فرض ہے تو فرض عین ہے یا نہیں اور، اور وہ لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد کرنا چاہیے یا نہیں۔ بیان کرو اللہ تم کو جزا دے۔"

جواب

درصورتِ مرقومہ فرض عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس فرضیت کے واسطے۔

چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلہ اور لڑائی کی ہے، بسبب کثرتِ اجتماع افواج کے، اور مہیا اور موجود ہونے والے آلاتِ حرب کے، تو فرض عین ہونے میں کیا شک رہا، اور اطراف و حوالی کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلہ سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہو جائے گا، اور اسی طرح اور اسی ترتیب سے سارے اہلِ زمین پر شرقاً اور غرباً فرض عین ہو گا، اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور قتل و غارت کا ارادہ کریں تو اُس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرط ان کی طاقت کے۔

---

[1] کتاب البریہ ص ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

دستخط اور مواہیر

نور جمال ۔ محمد عبدالکریم ۔ سکندر علی ۔ سید نذیر حسین ؒ۔ مفتی محمد صدر الدین وغیرہم
پینتیس علماء کرام" [1]

انگریز کے روحانی فرزند! [2]

اولئك اباءی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اور حیرت ہے کہ مرزا غلام احمد اور اس کے آباء و اجداد کی ہندی مسلمانوں سے یہ ساری خیانت اور انگریزی کافروں کی یہ ساری اعانت صرف اس دنیاء دوں کے حصول کے لیے تھی جو مردان حُر کے نزدیک پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی ۔ چنانچہ مرزا غلام احمد معترف ہے کہ :

"میرا باپ اسی طرح خدمات میں مشغول رہا یہاں تک پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور سفرِ آخرت کا وقت آگیا اور اگر ہم اس کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ سما نہ سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں پس خلاصہ کلام یہ ہے میرا باپ سرکارِ انگریز کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار اور عندالضرورت خدمتیں بجالاتا رہا ۔ یہاں تک کہ سرکارِ انگریزی نے اپنی خوشنودی چٹھیات سے اس کو معزز کیا اور ہر ایک وقت اپنے عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غم خواری فرمائی اور اس کی رعایت رکھی اور اس کو اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں میں سے سمجھا ۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا (ماشاء اللہ ۔ ہمہ خانہ آفتاب است) جس کا نام مرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسی ہی اس کے شامل حال ہو گئیں جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں (اور تاریخ کا منہ چڑانے والو! کلیجہ تھام کے سنو) اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا ۔ پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی" [2]

---

[1] حوالہ کے لیے دیکھیے کتاب "اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں" مرتبہ عتیق صدیقی ص ۱۹۹ مطبوعہ مکتبہ شاہراہ اردو بازار ۔ دہلی ہند

[2] نور الحق حصہ اول ص ۲۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی ۔

اہل حدیث پہ نگہ ناز کے تیر برسانے والو! آؤ اور دیکھو کہ جب ہمارے آباء انگریز کے خلاف مورچہ لگا رہے تھے تب تمہارے آباء کیا کر رہے تھے اور سید احمدؒ، اسماعیل شہیدؒ، سید نذیر حسین دہلویؒ، عنایت علیؒ، ولایت علیؒ، علماء صادق پور۔ پٹنہ اور ان کے اخلاف تو غدار ؛ جنہوں نے راہِ حق میں اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اور غلام مرتضےٰ، غلام قادر۔ غلام احمد اور ان کی معنوی اور روحانی اولاد حریت پسند اور انگریز دشمن ؟ جن کا ضمیر ہی اسلام دشمنی اور کفر دوستی سے اٹھایا گیا تھا ۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجا تا بکجا

مدیر "الفرقان" لکھتا ہے :۔

"انگریزی حکومت نے ملک ہند میں قیام امن اور آزادیٔ مذہب کی جو کوششیں کی تھیں ان کی وجہ سے تمام دردمند مسلمانوں نے اس حکومت کا شکریہ ادا کیا اور اس سے تعاون کے طریق کو اختیار فرمایا تھا۔ اس سے کسی کا یہ نتیجہ نکالنا کہ ایسے لوگ انگریزوں کے آلۂ کار تھے ۔ انتہائی غلط فہمی ہے"[1]

اس سے قطع نظر کہ مرزائی ہنوز انگریز کے مدح سرا اور ثناخواں ہیں اور اسی طرح اپنے نبوت و رسالت کے عطا کرنے والے کا حقِ نمک ادا کر رہے ہیں۔ ان سے سوال کرو کہ وہ کونسا امن تھا جسے ہند میں انگریزی حکومت نے قائم کیا۔ تیمور و بابر کی بیٹیوں کی عصمت دری و رسوائی یا ہند کی مسلمان ماؤں کو ان کے جگر گوشوں سے محروم کرنا ؟

اس حریت کے دور میں ایک آزاد ملک کے باسیوں کو ان کی تعریف کرتے ہوئے شرم کرنا چاہیے جنہوں نے اس ملک کو ڈیڑھ سو سال تک غلام بنائے رکھا اور اس ملک میں امن کو قائم نہیں کیا بلکہ امن کو تاراج کیا۔ عفتوں پہ ڈاکے ڈالے۔ آبروؤں کو غارت کیا اور قوم کے جواں بیٹوں کا خون پیا۔ ان کے بوڑھوں کو تلوار زنکی دیاروں پر اور معصوموں کو نیزوں کی انیوں پہ رکھا لیکن وہ لوگ جن کی پرورش اور پرداخت ہی انگریزوں نے کی ہو اور جنہیں ان کی فرمانبرداری ورثہ اور مذہب میں ملی ہو وہ کب اُس کو فراموش اور اس کی ثناکیشی سے گریز کر سکتے ہیں۔

---

[1] "الفرقان" ربوہ ج ۲۰ شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۰ء

شرم تم کو مگر نہیں آتی

یاد رہے متنبی قادیاں نے انگریز کی وفاداری کو مرزائیت میں داخلہ کے لیے شرط اور اصل الاصول قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کیے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکارِ انگریزی کا بدل وجان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں انہی باتوں کی تصریح ہے[1]"

رہی بات کہ مرزا اور مرزائیت صرف انگریز کے سپاس گزر تھے آلۂ کار نہیں تھے۔ اس کے بارہ میں خود مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے جانشین معترف ہیں کہ:

"سرکار انگریزی کی کاسہ لیسی میں وہ اپنے آباء سے کسی طرح پیچھے نہیں چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزی استعمار کا حق نمک ادا کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو انگریز کی غلامی کا درس دیتا اور غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کرنے کی تلقین کرتا ہے:۔

"ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیے کہ اس وقت انگریزوں کو فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں، سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناشکر گزار ہیں[2]"

نیز:

"خدا نے ہمیں ایک ایسی ملکہ عطا کی ہے جو ہم پر رحم کرتی ہے اور احسان کی بارش سے اور مہربانی کے مینہ سے ہماری پرورش فرماتی ہے اور ہمیں ذلت اور کمزوری کی پستی سے

---

[1] ضمیمہ کتاب البریہ ص ۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

[2] ازالۂ اوہام ص ۵۰۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

اوپر کی طرف اٹھاتی ہے۔"

اور ملکہ کے رحم اور اس کے احسان کی بارش اور مہربانی کے مینہ کا بدلہ مرزا غلام احمد اس طرح چکاتا ہے۔ بخود اس کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

"میرے اس دعوے پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں دو ایسے شاہد ہیں کہ اگر "سول ملٹری" جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو تب بھی وہ دروغ گو ثابت ہوگا۔ اول یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعتِ گورنمنٹ برطانیہ فرض ہے اور جہاد حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے۔ پس اگر کوئی بداندیش یہ خیال کرے کہ سولہ برس کی کارروائی میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی روم اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ انگریزی کی خوبیاں بیان کی گئیں ہیں وہ کارروائی کیوں کر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے۔ کیا ان ملکوں کے باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع تھی۔ کیا "سول ملٹری گزٹ" کے پاس کسی ایسے خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ (ماشاء اللہ! چشم بد دور) اگر ہے تو پیش کرے۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جس قدر میں نے کارروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی کیلئے کی ہے اس کی نظیر نہیں ملے گی۔"

اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ:

"میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ

---

[1] نور الحق حصہ اول ص ۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

[2] اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ جو جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لفٹنٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لیے شائع کیا گیا۔" منجانب خاکسار غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ "تبلیغ رسالت" ج ۳ ص ۱۹۶ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی۔

مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا اس لیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو تقریباً سولہ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا رہا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔" [1]

اور :۔

"میں اٹھارہ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مصروف ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کریں گو اکثر جاہل مولوی ہماری اس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں۔" [2]

اور اس جذبۂ جہاد کو جو مسلمانوں کے سینوں میں کروٹیں لے رہا اور انہیں ولولۂ وا نہ شہادتگہ الفت میں کھینچے لیے جارہا تھا، ختم کرنے کے لیے اپنی کوششوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا جاتا ہے:۔

"یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔ چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کر کے شائع کی ہیں جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں۔ اس قوم میں یہ خرابی

---

[1] اعلان مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جماعت کے نام۔ مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۲ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی۔

[2] درخواست بحضور نواب لفٹننٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ منجانب خاکسار غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۸ء مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ۷، ص ۱۱۔

اکثر ناداں مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو امید رکھتا ہوں کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی۔" ؎۱

کیا انگریزوں کی کاسہ لیسی اور ان کا آلۂ کار ہونے کا اس سے بڑا بھی کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے اور یہ ساری دین فروشی اور قوم فروشی کس لیے تھی؟ صرف چند سکوں کے لیے یا اس تاج نبوت کے لیے جس کی گدائی مرزا غلام احمد — انگریزوں سے کرتا رہا۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

چنانچہ مرزا غلام لکھتا ہے:۔

"میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدماتِ خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدقِ دل اور اخلاص اور جوشِ وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لیے کی ہے۔ عنایاتِ خاص کا مستحق ہوں" ؎۲

نہ جانے ان لوگوں کی عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے جو مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول شمار کرنے لگے۔ مقامِ نبوت اور منصبِ رسالت تو بڑی بات ہے رب کعبہ کی قسم اس طرح کی پستی کا مظاہرہ تو گدایانِ میکدہ بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ ایک شریف اور باغیرت انسان! اور اس پر طرہ یہ کہ رسالت و پیغمبری کا دعویٰ۔ عیاذاً باللہ ۔

بت کریں آرزو خدائی کی

اور پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے "صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار اور جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم و احتیاط سے اور تحقیق

؎۱ قادیانی اخبار ریویو آف ریلجنز بابت ۱۹۰۲ء اقتباس از عریضہ جو مرزا غلام احمد نے حکومت انگریزی ہند کو پیش کیا۔

؎۲ درخواست بحضور لفٹننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۷

اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصی توجہ کی درخواست کریں" (نیز ضمیمے میں اپنے تین سو سترہ مریدوں کے نام ہیں) (حوالہ مذکورہ) اللہ دتا مرزائی اس عبارت کو پھر پڑھے۔ شاید اس کے بے غیرت وجود میں غیرت وحمیت اور عقل وخرد کی کوئی چیز کبھی موجود ہو اور وہ اسے خبر دے سکے کہ نبی اور رسول اس قدر ذلیل اور رذیل نہیں ہوا کرتے اور وہ آئندہ مرزا قادیانی کا وکیل صفائی بننے سے پہلے اس بات کو سوچ لیا کرے کہ ذلت ورسوائی کے ان عمیق گڑھوں سے کوئی بھی اس کے موکل کو نکال سکتا ہے کہ نہیں؟ اور شاید وہ آئندہ اہلحدیث پر طعن توڑنے سے پہلے کچھ دیر رک کر غور کرلے کہ ابھی اہلحدیث کی صفیں مردوں سے اس قدر خالی نہیں ہوئیں کہ انگریز کے خود کاشتہ پودے کا ایک ثمر بے ثمر ان پر وار کر کے چلا جائے اور سمجھے کہ اس کا جواب اسے نہیں ملے گا۔ ثناء اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) اور محمد گوندلوی (زید مجدہٗ) کے رب کی قسم ابھی ان کے بیٹوں میں یہ کس بل موجود ہے کہ وہ غلام قادیاں کے اخلاف کا اسی طرح کس بل نکال سکیں اور انہیں اسی طرح لاجواب کرسکیں جس طرح وہ مرزا قادیاں کا نکالا کرتے اور اسے لاجواب کیا کرتے تھے ؎

اپنی جفا کو دیکھ میری وفا کو دیکھ
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر!

آؤ اور ذرا مردانِ احرار کو بھی دیکھو کہ انہیں ایام میں جب متنبی قادیان مرزا غلام احمد انگریز کے سامنے کاسہ گدائی لیے کھڑا تھا اور مسلمانوں کو انگریز کی اطاعت کا سبق دے رہا تھا اہلحدیث انگریز کے خلاف میدان جنگ میں سینہ سپر تھے اور ان کا زعیم اور قائد مولانا عنایت علی صادق پوریؒ کوہستان سرحد سے مسلمانانِ ہند کے نام یہ اعلامیہ جاری کر رہا تھا۔

۱۔ جس ملک پر کفار مسلط ہو جائیں وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ متحد ہو کر کفار سے لڑیں۔
۲۔ جو لڑ نہ سکیں وہ ہجرت کر کے کسی آزاد اسلامی ملک میں پہنچ جائیں۔
۳۔ ہجرت موجودہ حالات میں فرض ہے اور جو لوگ ہجرت سے باز رکھنے کی کوشش کریں وہ

منافقت کی زد میں آتے ہیں۔

۴۔ جو لوگ ہجرت بھی نہ کر سکیں وہ حکومت سے علیحدگی پر عمل پیرا ہوں مثلاً کسی کام میں حکومت کی مدد نہ کریں اس کی عدالتوں میں نہ جائیں۔ اپنے جھگڑوں کے لیے پنچائتیں بنائیں۔ [۱] اور انہی مولانا عنایت علیؒ کے تربیت یافتہ مجاہدین نے ستھانہ کی پہاڑیوں کے اوپر انگریزی فوج سے دست بدست جنگ کرتے ہوئے اس شان سے راہِ حق میں اپنی جانوں کو نچھاور کیا کہ پچیسٹ اور میسن ایسے مخالف کہ اٹھے کہ:۔

"ہر مجاہد یا شہید ہوا یا گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے جوش حمیت کا غیر معمولی مظاہرہ کیا۔ وہ بہادرانہ پیش قدمی کرتے رہے۔ سب نے نہایت عمدہ لباس پہن رکھے تھے نہ کسی کے قدم میں لرزش ہوئی نہ کسی کی زبان سے نعرہ بلند ہوا۔ چپ چاپ جانیں دیتے رہے"[۲]

اور پھر یہی لوگ تھے جنہوں نے معرکہ امبیلا میں مرزائیوں کے آقائے ولی نعمت جنرل چیمبرلین کے چھکے چھڑا دیے۔ اس معرکہ کے بارہ میں ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر ایسا بدنام زمانہ مسلمان دشمن انگریز مؤرخ لکھتا ہے:

"۱۸ تاریخ ۱۸۶۳ء کو دشمن (مجاہدین) نے جانفشانی سے ہم پر حملہ کیا اور ہماری ایک چوکی پر قابض ہو گئے اور افسروں کے علاوہ ۱۱۴ آدمیوں کو زخمی یا قتل کرتے ہوئے پیچھے دھکیل دیا۔ دوسرے دن دشمن نے ایک اور چوکی پر قبضہ کر لیا جسے پھر ایک خونریز جنگ کے بعد جس میں ہمارے جرنیل (جنرل چیمبرلین) صاحب بھی شدید طور پر زخمی ہوئے دوبارہ حاصل کر لی گئی اور افسروں کے علاوہ ۱۲۵ آدمی میدان جنگ میں کام آئے یا بالکل ناکارہ ہو گئے۔ ۲۰ تاریخ کو بیمار اور مجروحین کو واپس بھیج دینا ضروری سمجھا تھا۔ جن کی کل تعداد ۴۲۵ ہو گئی تھی۔ جرنیل صاحب نے جو تار ۱۹ تاریخ کو دیا تھا اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فوجوں کو ایک مہینے تک دن رات سخت کام کرنا پڑا ہے اور تازہ دم دشمنوں کا مقابلہ ایسے نقصان کے ساتھ کرنا پڑا جو حوصلہ شکن ہے۔ اس لیے ہمیں کمک کی ضرورت ہے۔

---

[۱] حوالہ کے لیے دیکھئے "سرگزشت مجاہدین" ص ۳۰۴ مرتبہ مولانا غلام رسول مہر

[۲] نیوبل کی کتاب ص ۱۴۱ اور حالی کی کتاب ص۔ منقول از سرگزشت مجاہدین۔

کے لیے دشمن کا مقابلہ کرنا۔ خوراک بہم پہنچانے کے لیے آدمی مہیا کرنا اور زخمیوں کو واپس بھیجنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔" [1]

اور آگے چل کر یہی ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے:۔

"مجاہدین نے سرحدی قبائل میں جو اقتدار حاصل کر لیا تھا ہم نے اس کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ لوگ جو ان کے ساتھ ساتھ مذہب کی بنا پر شامل ہوئے تھے وہ فتح یا شہادت کی امید پر بڑے پر جوش اور بے صبر ہو رہے تھے۔" [2]

اور اس دور میں جب کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خائن اور غدار انگریزوں کی حمایت میں جہاد کو ناجائز قرار دے رہے تھے اور ہندوستان کو دارالاسلام بتلا رہے تھے۔ اہلحدیث نہ صرف ہر ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے اور پورا ہند ان کے جہاد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے:۔

"انگریزوں کے خلاف ضرورت جہاد پر اگر وہابیوں کی نظم و نثر کی مختصر سے مختصر کیفیت بھی لکھنے کی کوشش کی جائے تو اس کے لیے ایک دفتر چاہیے اس جماعت نے بہت ادب پیدا کر دیا ہے جو انگریزی حکومت کے زوال کی پیش گوئیوں سے پُر اور ضرورت جہاد کے لیے وقف ہے۔" [3]

اور جس وقت قادیان میں انگریزی ایجنٹ اپنے مریدوں کو یہ نصیحت کر رہا تھا کہ:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اسلیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان

---

[1] "ہمارے ہندوستانی مسلمان" مصنفہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر مترجم ص ۷۰ مطبوعہ قومی کتب خانہ لاہور

[2] کتاب مذکور ص ۵۹

[3] کتاب مذکور ص ۱۰۳

میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو تقریباً سولہ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔ یعنی اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں" [1]

اور :-

"یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے۔ ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں (مہاراج! اور کس کا ہے!) اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا" [2]

اور :-

"میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی ؟" (ماشاءاللہ) [3]

نیز :-

"میں ایمان اور انصاف کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگزاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لیے نصیحت کرتا رہوں۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے احسان کا شکرگزار نہیں ہے" [4]

---

[1] مرزا غلام احمد کا اعلان اپنی جماعت کے نام مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۳۲

[2] اشتہار مرزا غلام احمد مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۸۲

[3] " " " " " " ج ۷ ص ۴۶

[4] اپنی جماعت کے لیے ضروری نصیحت منجانب مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۳

نصاریٰ کی رضاجوئی ہے مقصد اس نبوت کا
اور ابطال جہاد انجاح مقصد کا وسیلہ ہے

ایسے ہی وقت میں اہلحدیث پٹنہ کے اندر ایک ایسے مرکز کی بنیاد رکھ چکے تھے جہاں انگریز کی اطاعت اور جہاد کے نسخ کی تلقین ہی نہیں بلکہ انگریز کے خلاف بغاوت اور کفار کے مقابل جہاد کا ولولہ انگیز درس دیا جاتا تھا چنانچہ سر ہربرٹ ایڈورڈ لکھتا ہے :۔

"غداری اور بغاوت کے ایک مرکزی دفتر کا وجود پٹنہ میں بیان کیا جاتا ہے۔" [1]

اور مردم شماری کی رپورٹ بابت ۱۹۱۱ء میں ہے :۔

"اس پوری مدت میں پٹنہ سازش کا مرکز تھا۔ وہابی مبلغ ہندوستان اور دوسرے قریب کے ملکوں میں اپنے مشن کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ان کے بڑے لیڈر ولایت علی اور عنایت علی پٹنہ کے رہنے والے تھے۔" [2]

اور ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے :۔

کتاب جتنی زیادہ سخت اور باغیانہ ہو اتنی ہی عوام میں زیادہ مقبول ہوگی لیکن یہ اشتعال انگیز لٹریچر تو اس مستقل چہار گانہ تنظیم کا ایک حصہ ہے جو وہابی لیڈروں نے بغاوت پھیلانے کے لیے قائم کر رکھا ہے اس کے علاوہ سب سے مقدم پٹنہ کا مرکزی دارالاشاعت ہے

پٹنہ کے خلفاء، جوان تھک واعظ خود اپنے آپ سے بے پرواہ، بے داغ زندگی بسر کرنے والے، انگریز کافروں کی حکومت کو تباہ کرنے میں ہمہ تن مصروف اور روپیہ اور رنگروٹ جمع کرنے کے لیے ایک مستقل نظام کرنے میں نہایت چالاک تھے۔ وہ اپنی جماعت کے اراکین کا نمونہ اور ان کے لیے ایک مثال تھے۔ ان کی بہت سی تعلیم بے عیب تھی اور یہ انہی

---

[1] "ہندوستان میں اڑتیس برس" مصنفہ ٹیلر ج ۲ ص ۲۸۴

[2] مردم شماری کی رپورٹ بابت ۱۹۱۱ ج ۵ ص ۲۴۶ منقول از ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۹۹ مصنفہ مولانا مسعود عالم ندوی

کا کام تھا کہ انہوں نے اپنے ہزاروں ہم وطنوں کو بہترین زندگی بسر کرنے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بہترین تصور پیدا کرنے کی ترغیب دی (الفضل ما شهدت به الاعداء) ہر ایک ضلع کے مبلغین متعصب لوگوں کے گروہ دار الاشاعت میں بھیجتے ان میں سے اکثر کو جن کے جوش کو پٹنہ کے لیڈر اور بھی بھڑکا دیتے تھے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں سرحدی کیمپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا۔ ان میں سے زیادہ ہوشیار نوجوانوں کو زیادہ دیر تک زیر تربیت رکھنے کے لیے منتخب کیا جاتا تھا اور جب وہ باغیانہ اصولوں سے اچھی طرح واقف ہو جاتے تھے تو ان کو ان کے صوبے کی طرف ایک واعظ یا مذہبی کتب فروش کی حیثیت سے واپس کر دیا جاتا .... پٹنہ کا مرکز تبلیغ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے آپ آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے دو ہی راستے ہیں یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس لعنتی سرزمین سے ہجرت کر جائیں کیونکہ کوئی سچا دیانتدار اپنی روح کو خراب کیے بغیر اس حکومت کا وفادار نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ جہاد یا ہجرت سے منع کرتے ہیں وہ دل کے منافق ہیں۔" [1]

ہاں جناب! انگریز کا ایجنٹ کون اہلحدیث یا مرزائی؟ وہ جو انگریز کے خلاف لڑتے رہے یا وہ جو انگریز کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت قرار دیتے رہے۔ لیجئے اس کا حوالہ بھی حاضر ہے خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد کہتا ہے:-

"حضرت (مرزا غلام احمد) نے لکھا ہے کہ میں نے کوئی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں لکھا جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ نہیں کیا۔ پس حضرت (مرزا) کا اس طرف توجہ دلانا اور اس زور کے ساتھ توجہ دلانا اس آیت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے گویا اللہ اور اس کے رسول کا ہی توجہ دلانا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اس سے سمجھ لو کہ اس طرف توجہ کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔" [2]

---

[1] ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹ مصنفہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر

[2] تقریر میاں محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء

اللہ دتا اصاحب...

بات یہ ہے کہ آپ کے گھر سے
ہم کو نسبت ہے دست و داماں کی
ہم کو شائستگی ازل سے مسلی
آپ کے کاکل پریشاں کی ،

اور اگر یہ کہا جائے کہ مرزائی انگریز کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے بھی زیادہ اہم اور مقدم سمجھتے تھے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ مرزائیت کی تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ مرزا اور اس کے اخلاف اس کی اولاد اور اس کی امت ، قرآن و حدیث کی ان واضح نصوص کا تو انکار کر دیتے اور اس کی تاویل کر لیتے تھے جن کی ضد انگریز پر پڑتی لیکن انگریز کی خاطر انہیں ناجائز کو جائز بنا دینے میں بھی کوئی باک نہ تھا یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ مرزا غلام احمد واضح طور پر اعلان یہ کر چکا تھا کہ :

" گورنمنٹ انگلیشیہ خدا کی نعمتوں میں ایک نعمت ہے ۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے ۔ یہ سلطنت تمام مسلمانوں کے لیے برکت کا حکم رکھتی ہے ۔ خداوند کریم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لیے باران رحمت بنا کر بھیجا اس سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا قطعاً حرام ہے"[1]

اور یہ :

" اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ و جدال "
(غلام احمد)

اور :

" ہمارے امام (مرزا غلام احمد) نے ایک بڑا حصہ جو ۲۲ برس ہیں اس تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام ہے اور قطعاً حرام ہے ۔ یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں مضمون مخالفت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب تمام کابل وغیرہ میں تقسیم کیا " [2]

---

[1] شہادۃ القرآن ضمیمہ ص ۱۱ ، ۱۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی ۔

[2] قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ۰۲ء ...

اور اس بات کے باوصف کہ جب ۱۹۲۹ء میں ایک دریدہ دہن ہندو غنڈے راجپال نے سرور کائنات محمد کریم فداہ ابوای وروحی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک غلیظ کتاب "رنگیلا رسولؐ" کے نام سے لکھی اور اس پر لاہور کے ایک فدائی غازی علم الدین شہیدؒ نے اس کا کام تمام کر دیا تو مرزا بشیر الدین نے ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے باپ کے بتلائے ہوئے مسلک کی تائید کی :۔

"وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لیے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں ......

وہ لوگ جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں" لہ

اس سب کے باوجود اور اس کے باوصف جب مسئلہ سرکار دولت مدار انگریزی کا ہوتا ہے تو وہی حرام اور ناجائز حلال اور جائز بن جاتا ہے۔

"صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے .... اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے" ۲ہ

خط کشیدہ الفاظ کو دوبارہ پڑھیں اور سر دھنیں کہ اللہ کی راہ میں جان دینا اور خون بہانا حرام اس کے ناموس پر کٹنا ناجائز اور انگریز کی راہ میں خون دینا عین حلال اور اس کی آبرو پہ مٹنا کار ثواب!

مولانا ظفر علی خانؒ نے کیا خوب کہا تھا :۔

کبھی حج ہو گیا ساقط کبھی تیغ جہاد اٹھی ،
شریعت قادیاں کی ہے رضا جوئی نصاری کی

لہ الفضل ۱۹ اپریل ۱۹۲۹ء

۲ہ مرزا غلام احمد کی درخواست بحضور لفٹنٹ گورنر پنجاب مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۸۸

اور بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں محمود سبحان اللہ!

"عراق کی فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہائے اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے" [1]

اور:-

"جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی اور علاوہ اور کئی قسم کی خدمات کے ایک ڈبل کمپنی پیش کی جس کی بھرتی بوجہ جنگ بند ہو جانے کے رک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لیے نام لکھوا چکے تھے اور خود ہمارے سلسلہ کے بانی کے چھوٹے صاحبزادہ اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے"

اور تو اور خود خلیفہ قادیاں کے طبع انگریز کی خاطر جان سپاری اور جاں نثاری کے جذبۂ صادقہ کا یہ عالم ہے کہ:-

"جو گورنمنٹ ایسی مہربان ہو اس کی جس قدر بھی فرمانبرداری کی جائے تھوڑی ہے .... اگر میں خلیفہ نہ ہوتا تو والنٹیر ہو کر جنگ یورپ میں چلا جاتا" [2]

پناہ اللہ کی مرزائیوں کے پیشواؤں سے
امام ان کا ہے گھٹ کر انبی ان کا لٹیرا ہے

اور یہی خلیفہ مرزائیت جس نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور آپ کی گستاخی کے مرتکب کے قتل پر اظہار ناپسندیدگی کیا تھا، انگریز کے پروردہ اور خود کاشتہ پودے اپنے باپ متنبی قادیان کی حرمت و عزت کی خاطر اس قدر جوش و غیرت کا ثبوت دیتا ہے کہ جب مولوی عبد الکریم نامی ایک شخص نے او مرزا اور اولاد مرزا کی سیاہ کاریوں سے مطلع ہو کر مرزائیت سے

---

[1] خطبہ مرزا محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل ۳۱ اگست ۱۹۲۳ء

[2] مرزائی ایڈریس بحضور لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند مندرجہ اخبار "الفضل" ۴ جولائی ۱۹۲۱ء

[3] انوار خلافت ص ۹۶ مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیانی۔

توبہ کی! اور مرزا غلام احمد کی اور اس کے اخلاف کی زندگیوں کو بے نقاب کرنا شروع کیا تو مرزا محمود نے کہا :-

"اپنے دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی ہتک بھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا .... اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا .... حتیٰ کہ قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے۔ اگر اس سلسلہ میں کسی کو پھانسی بھی دی جائے اور وہ بزدلی دکھائے تو ہم اسے ہرگز منہ نہیں لگائیں گے بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا [1]

اور :-

"جب تک ہمارے جسم میں جان اور بدن میں توانائی ہے اور دنیا میں ایک احمدی بھی زندہ ہے اس نیت کو لے کر کھڑے ہونے والے کو پہلے ہماری لاشوں پر سے گزرنا ہو گا اور ہمارے خون میں تیرنا ہو گا۔" [2]

ذرا غلام ہندی کے لیے اِس غیرت کو اور رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اُس بے غیرتی کو ملاحظہ فرمائیے جب کہ اس ایسے لاکھوں غلاموں کو سرور ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں پر قربان کیا جا سکتا ہے۔

اور پھر انہی جوشیلی اور حمیت بھری تقریروں سے متأثر ہو کر ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو ایک مرزائی محمد علی نے مولوی عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں مولوی عبدالکریم زخمی اور ان کا ایک ساتھی محمد حسین قتل ہوا اور جب ۱۶ مئی ۱۹۳۱ء کو اسے پھانسی دے دی گئی تو خود مرزا محمود نے اس کے جنازہ کو کندھا دیا اور اسے مرزائیوں کے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا ؎

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی !

سرکار! بات چلی تھی انگریز کی کاسہ لیسی کی اب بتلائیے کہ انگریز کا آلۂ کار کون تھا۔ وہ راہ نوردانِ شوق

---

[1] الفضل ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء

[2] الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء

کہ سر پہ کفن باندھ کے تختۂ دار کو چومنے کے لیے چلے یا وہ طبقۂ سافلہ کہ جن کی آرزوں کا معراج پایۂ تاجِ انگریزی کو بوسے دینا اور خسروانِ کفر کو سجدے کرنا تھا؟ اور کیا لغت میں ایسے لوگوں کے لیے ایجنٹ یا آلۂ کار کے علاوہ بھی کوئی موزوں لفظ ہے؟ جب مرزائیت کے یہ اب وجد کفر اور کافروں کے جوتوں میں جان دینا اپنا مقصود اور مطلوب قرار دے رہے تھے اہلحدیث ایسے لوگوں کی نماز جنازہ بھی پڑھنے کے روادار نہ تھے جنھوں نے انگریز کی حمایت نہیں بلکہ انگریز کی مخالفت میں بھی مداہنت کا ثبوت دیا ہو۔ چنانچہ مولانا مسعود عالم ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" میں مولانا ولایت علی کے فرزند مولانا محمد حسین صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"وہ انگریزوں کے اس قدر مخالف نہ تھے جس قدر ان کے اسلاف اس لیے جب ان کا انتقال ہو گیا تو مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبد الحکیم صادق پوری (۱۲۶۱ھ ۔ ۱۳۴۷ھ) خلف مولانا احمد اللہ اسیر انڈیمان تو اتنے سخت تھے کہ انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی۔" [1]

؎ اسیرِ دامِ بلا اور کون ہے میں ہوں
شکارِ تیرِ جفا اور کون ہے میں ہوں
شہیدِ زہرِ حیا اور کون ہے میں ہوں
قتیلِ تیغِ ادا اور کون ہے میں ہوں

اور جب مرزائی انگریز کے تلوے چاٹ رہے اور اس کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کر رہے تھے اور اپنی اسلام ملک اور قوم دشمنی کا صلہ مانگ رہے تھے۔ اہلِ حدیث کے خلاف انبالہ، پٹنہ، مالدہ، راج محل اور پھر پٹنہ میں بغاوت کے جرم میں مقدمے چلائے جا رہے تھے اور انہیں پھانسی کی سزائیں سنائی جا رہی تھیں اور جب پھانسی کی سزا سن کر ان کے چہروں پر لقاءِ رب کی نوید سے خوشی کی لہر دوڑ گئی تو پھانسی کو عبور دریائے شور اور دوام حبس کی سزا میں تبدیل کیا جا رہا تھا۔ ان ہی اسیرانِ بلا میں سے ایک اور سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولوی محمد جعفر تھانیسریؒ بیان کرتے ہیں:

---

[1] کتاب مذکور ص ۹۰

"۱۶ ستمبر ۱۸۶۴ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم پڑھ کر سنایا کہ تم لوگ پھانسی پڑنے کو بہت دوست رکھتے ہو اور اسے شہادت سمجھتے ہو۔ اس واسطے سرکار تمہاری دل چاہتی سزا تم کو نہیں دیوے گی۔ تمہاری پھانسی سزائے دوام الحبس بعبور دریائے شور سے بدل گئی۔ بمجرد سنانے اس حکم کے پھانسی گھروں سے دوسرے قیدیوں کے ساتھ بارکوں میں بند کر دیا اور جیل خانے کے دستور کے موافق مقراض سے ساری ڈاڑھی مونچھ اور سر کے بال تراش کر منڈی کی بھیڑ سا بنا دیا (غدارو اور ذلہ خوارو اپنوں کی بے غیرتی دیکھ چکے اب ذرا ہماری مردانگی اور شجاعت دیکھو) اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ علی صاحب (امیر المجاہدین) اپنی ڈاڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے افسوس نہ کر تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطے کتری گئی۔" [1]

امیر المجاہدین مولانا یحییٰ علی نے قید تنہائی اور سزائے دوام الحبس بعبور دریائے شور کو جس استقامت اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا وہ تاریخ حریت کا ایک سنہرا باب ہے۔ صاحب در منثور لکھتے ہیں:۔

"ہمارے حضرت اس قید تنہائی میں پھر تخمیناً دو ڈھائی مہینے رہے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان ایام کو آپ نے برداشت کیا اور جب کوئی سپاہی پہرہ دینے والا یا اور کوئی سپاہی قیدی آپ کے سامنے آجاتا ہندو یا مسلمان سب کو آپ توحید باری کا وعظ سناتے اور عذاب آخرت و قبر وغیرہ سے ڈراتے .... سپاہی کھڑا رونا اور جب اس کے پہرے کی بدلی ہوتی تو اس صحبت کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ میں کچھ نہیں لکھ سکتا کہ کس قدر فائدہ اُس وقت پہرا والوں کو پہنچا اور کتنے موحد ہو گئے اور کتنے دین آبائی کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔" [2]

اور پھر انہیں مجاہدوں، کو ان کی انگریز دشمنی کی سزا یہ دی گئی کہ:۔

"رُسے دن شا مجسٹریٹ مقدمہ سازش انبالہ کی تجویز پر کہ صادق پور کا احاطہ پٹنہ

---

[1] تواریخ عجیب ص ۴۴ مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری

[2] الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور (محمد ودت بہ تذکرہ صادقہ ص۔ ، مطبوعہ آزاد پریس پٹنہ ہند

میونسپلٹی کو دے دیا جائے اور تمام مکانات زمین کے برابر کر دیے جائیں اور وہاں ایک بازار بنایا جائے کیونکہ میرے خیال میں اس سے زیادہ اچھا مصرف اس زمین کا نہیں ہو سکتا"[1]
"اور پھر نہ صرف عید کے دن ان کے مکانات منہدم کر دیے گئے بلکہ ان کے بزرگوں کی قبریں تک بھی کھدوا دی گئیں"[2]

مولانا یحییٰ علیؒ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو گھر والوں کو لکھا۔
"آج شب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون اولئك عليهم صلوت من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون"[2]

در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اہل حدیث ہند کی انگریز حکومت کی نگاہوں میں کس طرح کھٹکتے تھے۔ اس کا اندازہ صرف اس ایک چھوٹی سی عبارت سے کیا جا سکتا ہے جب مولانا عبدالرحیم صادق پوری، مولانا احمد اللہ کے حالات میں رقم کرتے ہیں۔ وہ پٹنہ کے انگریز کمشنر مسٹر ٹیلر اور اس کی اسلام اور جہاد دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس وقت ٹیلر صاحب اور ان کے مشیر نیش عقرب کمر بستہ کھڑے ہو گئے اور جیو کڑی بھرنے لگے اور چونکہ حکام ضلع و گورنمنٹ اس وقت خاندان صادق پور سے خصوصاً اور جملہ فرقۂ اہلحدیث سے عموماً بدظن و غضب ناک ہو رہی تھی۔ اس کا موقعہ پا کر جھٹ ان کمینوں نے حکام ضلع و گورنمنٹ کے کان میں پھونکا کہ یہ ممکن نہیں کہ مولوی یحییٰ علی و عبدالرحیم و جملہ فرقۂ اہل حدیث اس بغاوت کے جرم میں ملوث ہوں اور مولوی

---

[1] میمورنڈم ص ۲۶، ۲۷ مرتبہ —— (T.E. Reumshaue)
[2] حوالہ کے لیے دیکھئے تذکرہ صادقہ ص ۹۷، "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ص ۱۵۷، ۱۵۸

احمد اللہ اس سے بری ہوں" لہ

ولدد رسن کی گود میں پالے ہوئے ہیں ہم
سانچے میں مشکلات کے ڈھالے ہوئے ہیں ہم
وہ دولتِ جنوں کہ زمانے سے اٹھ گئی ہے
اس دولت جنوں کو سنبھالے ہوئے ہیں ہم

ہمارے اسلاف تو انگریز کے خلاف اس طرح جہاد و قتال میں مصروف اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے میں مشغول رہے اور مرزائیت کے اب و جد انگریز کی خاطر جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مرزا غلام احمد اقراری ہے:۔

"چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکاری انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں...... لہذا یہ نقشہ اس غرض کے لیے تجویز کیا گیا تاکہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں، جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں...... ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی............ ایسے لوگوں کے نام مع پتہ و نشان یہ ہیں۔" لہ

شاعرِ رسول مولانا ظفر علی خاںؒ نے ان کے بارہ میں کیا خوب کہا تھا؎

حقیقت قادیاں کی پوچھ لیجیے ابن جوزی سے
نکوکاری کے پردے میں سیہ کاری کا حیلہ ہے
یہ وہ تلبیس ہے ابلیس کو خود ناز ہے جس پر
مسلمانوں کو اس رندے نے اچھی طرح چھیلا ہے

لہ تذکرہ صادقہ ص ۹۴، ۷۴

لہ قابل توجہ گورنمنٹ از مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۵ ص ۱۱

پلی ہے مغربی تہذیب کے آغوشِ عشرت میں
نبوت بھی رسیلی ہے پیمبر بھی رسیلا ہے
نصاریٰ کی رضا جوئی ہے مقصد اس نبوت کا
اور ابطالِ جہاد انجاحِ مقصد کا وسیلہ ہے

اور جس طرح جہاد اور مسئلہ جہاد توارثاً اہل حدیث کو منتقل ہوتا رہا ہے انگریز کی غلامی کا جوا..... بھی مستقل طور پر مرزائیت کے گلے میں پڑا رہا اور ہنوز پڑا ہوا ہے چنانچہ اہل حدیث قیام پاکستان تک ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سرگرم جہاد رہے اور ان کی مفصل تاریخ کے لیے ملاحظہ کیجئے مولانا مہر کی مرتبہ کتاب "سرگزشت مجاہدین" اور آخری جہاد جس میں انہوں نے حصہ لیا جہاد کشمیر ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح مرزائی آخری وقت تک انگریز کے قدموں سے لپٹے اور اس کے دامن سے چمٹے رہے اور اب تک اس کی محبت سینے سے لگائے ہوئے ہیں چنانچہ مرزا محمود انگریزی ایجنسی پر فخر کرتے رہے اور اب بھی امت مرزائیہ انگریزی عدل و انصاف کے گن گاتی ہے کیوں نہ ہو کہ مرزا غلام احمد نے اسے اپنی تلوار اور اپنی ڈھال قرار دیا تھا[1]

اور اسی لیے سقوط بغداد اور زوال خلافت پر جب پوری امت مسلمہ سوگ منا رہی تھی۔ قادیانی غدار اس سقوط و زوال پر انگریزی فتح کی خوشی میں چراغاں کر رہے اور جشن منا رہے تھے۔

اللہ وتہ اور اس کے ہمنوا مرزائیو!

اب دام مکر اور کسی جا بچھائیے!
بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے!

رہا معاملہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے وداؤ ڈرشتوں کا تو ہم اس سلسلہ میں متنبی قادیانی کی امت کی طرح کسی قسم کی تاویل و تحریف کے چکر میں پڑنے سے بہتر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر

---

[1] حوالہ کے لیے دیکھئے الفضل ۷ر دسمبر ۱۹۱۸ء والفضل مورخہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

[2] انہی حوالوں کو لے کر کراچی کے محمد ایوب قادری نے اہل حدیث کے خلاف دل کے پھپھولے جلائے ہیں

کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا ہم انہیں نہ معصوم سمجھتے ہیں اور نہ صاحب شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند ہو۔ قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور رہتا ہے ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر دھبہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنا پر کسی گروہ کو مطعون کیا جا سکتا ہے۔ کیا مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کے بارہ میں اس بات کے کہنے کی جرأت رکھتے ہیں جب کہ وہ مرزائیت کا بانی اور مؤسس ہی نہیں بلکہ اس کا نبی اور رسول بھی ہے۔

نہ جانے اللہ دتا ــــــ مرزائی کو ایک اہلحدیث رسالہ کے مدیر کی اتنی موٹی بات کیوں سمجھ میں نہیں آسکی یا مرزائیت نے اس کی رہی سہی عقل کا جو پہلے بھی اس کے پاس کم تھی خاتمہ کر دیا ہے۔

اور پھر مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق ما سوا اس کے کہ انہوں نے انگریز گورنر کے پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے، لوکل گورنمنٹ کے اجراء، چیفس کالج کے قائم کرنے، پبلک لائبریری کے بنانے اور طلبہ کو وظائف دینے پر اس کا شکریہ ادا کیا ہے اور کون سی چیز ہے جس پر انہیں مطعون کیا جا سکتا ہے۔ کیا مرزا غلام احمد کی انگریز کی خاطر مسلمانوں کے خلاف جاسوسیاں اور انگریز کی خاطر مسلمہ اسلامی عقائد میں تحریف و تغیر اور مرزا غلام احمد کے بیٹوں اور اخلاف اور امت کی انگریز کی راہ میں قربانیاں اور اس کی فتح اور مسلمانوں کی سلطنتوں کے سقوط پر جشن ہائے طرب اور اس کے اشارہ پر نبی اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت نبوت پر دست درازیاں اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی ایک انگریز گورنر کی چند اچھائیوں پر تعریف ایک برابر ہے؟ اگرچہ ہم اس انگریز دشمنی کی بنا پر جو ہمیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی ہے اس کو بھی پسندیدہ خیال نہیں کرتے۔

نوازتے رہتے ہیں جس کی بنا پر دوسری جانب سے بھی کچھ تند و تیز باتیں نکل جاتی ہیں لیکن ہمیں [illegible] اپنے بھائی مولانا محمد تقی عثمانی پر ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے فرزند ہیں کہ انہوں نے کس طرح اس قسم کا غیر ذمہ دارانہ اور تلخ و تیز مضمون اپنے موقر رسالے **البلاغ** میں شائع کیا اور وہ بھی ایک ایسے وقت میں جب کہ ملک میں اسلامی قوتیں غیر اسلامی نظام کی حامی طاقتوں کے خلاف صف آرا تھیں اور جس کے نتیجہ میں دوسری طرف سے بھی ناخوشگوار انداز میں دیوبندی اکابر کو معرض بحث میں لا[illegible]

ــــــ پڑا اگرچہ سب سے پہلے دوستوں نے ہم سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کو کہا [illegible]

لیکن جان مرزا! یہ تو بتاؤ کہ تمہاری بے غیرتی کو اس وقت کیا ہوا۔ جب تمہارا خائن باپ یہ کہہ رہا تھا کہ:

"ہم حکومت کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ اس کے پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے ملازم بھی کیا کریں گے۔" [۱]

اور:

"ہم نے ملکِ معظم کی حکومت کو قائم کرنے کے لیے ملک کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ احرار کی تقریریں پڑھو، ان کو زیادہ غصہ اسی بات پر ہے کہ ہم حکومت کے جھولی چک ہیں۔ وہ صاف کہہ رہے ہے کہ ہم اسی وجہ سے ان کے مخالف ہیں۔ کانگرس سے ہمیشہ یہی جنگ رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم غلام ہیں۔" [۲]

اور:

"بہت سے افسر ایسے گزرے جو فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے حسن سلوک سے پچاس ہزار یا لاکھ بلکہ کئی لاکھ کی ایسی جماعت (قادیانی) ہندوستان میں چھوڑی ہے جو اپنی جانیں قربان کرکے بھی برطانیہ سے تعاون کرے گی۔" [۳]

اور:

"ہم نے ابتدائے سلسلہ سے گورنمنٹ کی وفاداری کی ہم ہمیشہ یہ فخر کرتے رہے کہ ہم ملک

کو فتن اور اذیت کے اور مواد کی فراہمی کے اسے ٹال گئے کہ یہ وقت اس قسم کی نامناسب بحثوں کے لیے قطعاً موزوں نہیں اگرچہ ہم کسی بھی وقت کو اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کے درمیان خصوصاً منافرت کے لیے مناسب خیال نہیں کرتے۔

محمد ایوب صاحب سے کوئی گلہ نہیں ان کی "قادیانیت" ان سے جو بھی لکھوائے لکھوائے اور کروائے لیکن حضرت مفتی صاحب کی نگرانی اور مولانا عثمانی کی مسئولیت میں اس قسم کی دل آزاری کا کوئی جواز نہیں ملا احسان ...

[۱] میاں محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان یکم اپریل ۱۹۳۰ء

[۲] خطبہ جمعہ میاں محمود مندرجہ اخبار الفضل یکم نومبر ۱۹۳۴ء

[۳] " " " " " " ۳۰ جولائی ۱۹۳۵ء

معظم کی وفادار رعایا ہیں، کئی ٹوکرے خطوط کے ہمارے پاس ایسے ہیں جو میرے نام یا میری جماعت کے سیکرٹریوں یا افراد جماعت کے نام ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہماری جماعت کی وفاداری کی تعریف کی ہے اسی طرح ہماری جماعت کے پاس کئی ٹوکرے تمغوں کے ہوں گے۔ ان لوگوں کے تمغوں کے جنہوں نے اپنی جانیں گورنمنٹ کیلئے فدا کیں[1]

غدارو اور غداروں کے پیرو کارو! ان عبارتوں کو ایک مرتبہ پھر پڑھو اور ڈوب مرو کہ تم کن بدترین اسلاف کے بدترین اخلاف ہو۔

؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

؎ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

؎ جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی!

وان تعودوا نعد ولن تغنی عنکم فئتکم شیئاً ولو کثرت وان اللہ مع المؤمنین ـــــــــ

اہم اعلان

ترجمان الحدیث کا نومبر کا شمارہ جس میں مدیر اعلیٰ کا مرزائیت پر ایک معرکۃ الآراء اور مبسوط مضمون بعنوان "مدیر الفرقان ربوہ کے نام" شائع ہوا تھا، احباب کے اصرار پر اور چھپوا لیا گیا ہے۔ جن دوستوں کو ضرورت ہے جلد منگوا لیں۔ فی شمارہ ۷۵ پیسے

دفتر ترجمان الحدیث ۔ ایبک روڈ انارکلی لاہور

[1] خطبہ جمعہ میاں محمود مندرجہ اخبار الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۳۴ء